اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۰ جولائی (بذریعہ ڈاک) سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاع منظہر ہے کہ
گرمی کی وجہ سے پیٹ میں نفخ - بے خوابی اور ضعف کی تکلیف ہے۔
احباب صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

لاہور ۱۱ جولائی - محترم نواب محمد عبداللہ خان صاحب کو آج بخار ۹۹.۵ درجہ ہے۔ سانس کی تکلیف کم ہے مگر سانس تا حال صاف نہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

شمالی کوریا کے اہم صنعتی اور فوجی مرکزوں پر امریکی ہوائی جہازوں کا شدید ترین حملہ

اس حملے میں چھ سو سے زیادہ ہوائی جہازوں نے دن بھر میں ۱۸۵۰ پروازیں کیں۔

پوسان ۱۱ جولائی۔ آج اقوام متحدہ کے چھ سو سے زیادہ ہوائی جہازوں نے شمالی کوریا کے دارالحکومت پیونگ یانگ کے قریب اہم صنعتی اور فوجی مرکزوں پر بمباری کی۔ یہ حملہ جنگ کے نئے دور کا ایک شدید ترین ہوائی حملہ تھا۔ دن بھر میں چھ سو سے زیادہ ہوائی جہازوں نے ۱۸۵۰ پروازیں کیں۔ ۲۳ جون کو اقوام متحدہ کے ۵۰۰ جہازوں نے دریائے یالو کے قریب بجلی گھروں پر شدید بمباری کی تھی کہا جاتا ہے کہ آج کا حملہ اس بمباری سے بھی زیادہ شدید تھا۔ جس علاقے میں زیادہ تر حرمت کے کارخانے اور فوجی رسد کے مراکز شامل تھے۔ ان کارخانوں کو دریائے یالو کے بجلی گھروں سے بجلی مہیا ہوتی تھی جن کے تباہ ہو جانے کے بعد سے یہ کارخانے اس قابل نہ رہے تھے کہ پوری رفتار سے کام کر سکتے۔

شیخوپورہ میں ایک احمدی کے چھرا گھونپ دیا گیا

شیخوپورہ میں ظریف حسین صاحب سلاحمدی دوکاندار کے ایک نوجوان نے گزشتہ منگل کو چھرا گھونپ دیا۔ حملہ آور کئی زخم لگانے کے بعد بھاگ نکلا۔ لیکن بعد میں پولیس نے اسے گرفتار کر لیا۔ ظریف حسین صاحب کے متعلق جو ہسپتال میں داخل ہیں بدھ کو رات گئے اطلاع ملی تھی کہ انکی حالت اطمینان بخش ہے۔
(منقول از سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۵۲ء)

سوڈانی نمائندے قاہرہ پہنچ گئے

قاہرہ ۱۱ جولائی۔ سر عبدالرحمن المہدی پاشا کے دو نمائندے سوڈان سے قاہرہ پہنچ گئے ہیں۔ وہ مصری حکومت کو اس امر سے آگاہ کریں گے کہ سوڈان کے مستقبل کے متعلق پچھلے دنوں مصری نمائندوں اور سوڈانی وفد کے درمیان جو بات چیت ہوئی تھی۔ اس کے متعلق المہدی پاشا کے خیالات کیا ہیں۔

سرحد کے ضمنی انتخاب میں مسلم لیگی امیدوار بلا مقابلہ منتخب ہو گیا

پشاور ۱۱ جولائی۔ بالائی تنوال کے ضمنی انتخاب میں مسلم لیگ کے امیدوار صوبیدار داؤد خاں بلا مقابلہ منتخب ہو گئے۔ کیونکہ ان کے دونوں مخالف حبیب اللہ اور فضل الٰہی نے ان کے حق میں اپنی دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ ان ہر دو نے آج ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہمیں یقین ہو گیا ہے۔ کہ صرف مسلم لیگ ہی وہ واحد جماعت ہے جو صحیح معنوں میں عوام کی نمائندگی کرتی ہے۔

لاہور ۱۱ جولائی۔ کل سے رسول بجلی سٹیشن سے پنجاب کے متعدد شہروں اور مشرقی پنجاب کے شہر فیروزپور کو بجلی کی فراہمی شروع کر دی گئی ہے۔

وسطی اور مشرقی جاپان میں شدید بارش

ٹوکیو ۱۱ جولائی۔ وسطی اور مشرقی جاپان میں شدید بارش کی وجہ سے ۵۱ دیہات بہہ گئے ہیں۔ ایک اطلاع کے مطابق مکانات گرنے کی وجہ سے قریباً ۲۷ آدمی ہلاک اور ۱۸ زخمی ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۳ آدمی لاپتہ ہیں۔

ریپبلکن پارٹی کی طرف سے خارجہ پالیسی کا اعلان

واشنگٹن ۱۱ جولائی۔ ری پبلک پارٹی نے اپنی خارجہ پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے بتایا کہ ری پبلکن پارٹی برسر اقتدار آنے پر کوشش کرے گی۔ کہ عرب ممالک اور اسرائیل میں صلح کرانے کے لئے زیادہ سے زیادہ امریکی اثر استعمال کیا جائے۔

روئی بورڈ ایک ہفتہ کے اندر اندر ۵ ہزار سے زیادہ گانٹھیں فروخت کر چکا ہے

کراچی ۱۱ جولائی۔ روئی بورڈ نے ایک ہفتہ کے اندر اندر کپاس کی ۵۵ ہزار سے زیادہ گانٹھیں فروخت کی ہیں۔ یہ تمام گانٹھیں امریکی قیمتوں سے زیادہ قیمت پر فروخت کی گئی ہیں۔ حال ہی میں بورڈ نے ۲۷ ہزار گانٹھوں کا ایک سودا کیا تھا۔ ان میں سے زیادہ تر گانٹھیں چین نے اور کچھ آسٹریلیا نے خریدی ہیں۔

پاک و ہند تجارتی معاہدے کی میعاد ۷ اگست تک توسیع کر دی گئی

کراچی ۱۱ جولائی۔ پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں میں اس بات پر سمجھوتہ ہو گیا ہے کہ پاک ہند تجارتی معاہدے میں اگلے مہینہ کی ۷ تاریخ تک توسیع کر دی جائے۔ یہ توسیع نئے تجارتی معاہدے کے سمجھوتہ کی تکمیل تک کے لئے کی گئی ہے۔ موجودہ معاہدہ کی میعاد اس سال ۲ جون کو ختم ہو گئی تھی۔

اس ماہ کے آخر تک گندم کی خریداری مکمل کر لیں
ضلع کلکٹروں کو حکومت سندھ کا حکم

حیدرآباد سندھ ۱۱ جولائی۔ حکومت سندھ نے ضلع کلکٹروں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس ماہ کے آخر تک گندم کی خریداری مکمل کر لیں۔ صوبہ سندھ میں کل ۵۰ ہزار ٹن اناج خریدا جانا تھا۔ جس میں سے ۳۴ ہزار ٹن خریدا جا چکا ہے

بہاولپور میں مخالف گروپ کا فیصلہ

بغداد الجدید ۱۱ جولائی۔ ریاست بہاولپور کے حزب مخالف نے مسٹر حسین شہید سہروردی کو اطلاع دی ہے۔ کہ وہ اپنے گروپ کو توڑ کر بہاولپور میں جناح عوامی لیگ کی ایک شاخ بنانے کو تیار ہیں۔

شیخ عبداللہ کی نئی دہلی کو روانگی

نئی دہلی ۱۱ جولائی۔ مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعظم شیخ عبداللہ پیر کے روز سرینگر سے نئی دہلی جا رہے ہیں علیحدہ ریاستی پرچم اختیار کرنے اور موروثی حکومت ختم کرنے کی بناء پر ریاستی حکام اور حکومت ہند کے درمیان جو جھگڑا چل رہا ہے شیخ عبداللہ ان جھگڑوں کے تصفیہ کے لئے نئی دہلی جا رہے ہیں وہاں وہ ہندوستانی لیڈروں سے ملیں گے۔

آزاد ناگا ریاست کا مطالبہ ناقابل قبول
بھارتی وزیر اعظم کا بیان

نئی دہلی ۱۱ جولائی۔ ہندوستانی پارلیمنٹ میں وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے شمال مشرقی حصہ میں آزاد ناگا ریاست کے قیام کا مطالبہ کسی صورت میں قبول نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے کہا کہ حکومت آسام کے سرحدی قبائل کے علاقوں میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔

ریاست کشمیر میں ملاپ کا داخلہ بند

سرینگر ۱۱ جولائی۔ شیخ عبداللہ نے ایک حکم کے ذریعہ بھارتی اخبار ملاپ کا کشمیر میں داخلہ بند کر دیا ہے۔

ایڈیٹر روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس لاہور میں طبع کرا کر ۳۱ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا

روزنامہ الفضل لاہور ۱۲ رجولائی ۵۲ء

کنونشن خلاف قانون ہے

اخبارات میں یہ اعلان چند روز سے ہو رہا ہے کہ لاہور میں عنقریب (۱۳ رجولائی ۱۹۵۲ء کو) ایک علماء کی کنونشن منعقد کی جائے گی۔ جس میں احمدیت کے خلاف ہنگامہ آرائی ہوگی۔ موجودہ حالات میں ہی نہیں جبکہ لاہور میں دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری نافذ ہے۔ ایسی کنونشن منعقد کرنا جس میں کہا جاتا ہے کہ ۵۰۰ کے قریب علمائے اسلام کہلانے والے شمولیت فرمائیں گے۔ بلکہ ایسی یقیناً عام اور معمولی حالات میں بھی ایک فتنہ عظیمہ ہے

اس کنونشن میں جیسا کہ اخبارات کے اعلانات سے واضح ہوتا ہے۔ جماعت کے خلاف جو مسلم لیگ کے قواعد کی دفعہ ۴ کے ماتحت مسلم لیگ کے متواتر عمل سے مسلمہ طور پر مسلمان ہے۔ کفر و ارتداد کا فتوے دیا جائے گا اور اس کو خارج از اسلام قرار دلانے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور مسلم لیگی حکومت کے ایک مقتدر رکن کے خلاف زہر چکانی کی جائیگی۔ جو صریحاً پاکستان کی ایک وفادار جماعت کے خلاف منافرت پھیلانے کے مترادف ہے۔ اور ملک میں مذہبی گروہوں کے مابین منافرت پھیلانے کی اس مہم کو تقویت دینے کے لئے ہے۔ جس کی بنا پر لاہور کے ڈپٹی کمشنر بہادر نے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے ماتحت جلسے اور جلسوں کو ممنوع قرار دیا ہے۔

دراصل یہ اسی منافرت پھیلانے کی مہم کا شاخسانہ ہے۔ جو احراریوں نے ملکوں و قوم میں انار کی پھیلانے کے لئے جاری کر رکھی ہے یہ کنونشن قطعاً مذہبی نوعیت کے پرامن اجتماعات کی تعریف میں نہیں آسکتی۔ جن کو آرڈر زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری میں مستثنیات میں سے قرار دیا گیا ہے ایک ایسا اجتماع جس میں ایسی قراردادیں پاس کی جائیں گی۔ جس میں پاکستان کے شہریوں کے ایک گروہ کے خلاف اس کے جائز حقوق شہریت کو محدود کرنے کے مطالبات کئے جائیں گے۔ بذات خود ملکی اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ اور کسی ایسے اجتماع کی اجازت نہیں ہونی چاہیے جس میں ایسی کارروائیاں کی جائیں۔ جس سے ملکی حکومت کو قومی بدعہدی کا رویہ اختیار کرنے کا مشورہ ہی نہیں بلکہ اس کی تخفیف و تزہیت کی جائے۔

یہ غیر قانونی اجتماع فی الحقیقت حکومت کو مرعوب کر کے ایسی بات منوانے کے لئے منعقد کیا جا رہا ہے۔ جو ریاست کے بنیادی تصورات کے خواہ کوئی ریاست اسلامی ہو یا غیر اسلامی سراسر منافی ہے۔ دنیا کی کسی ریاست کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ایک فرد یا ایک جماعت کو اس دین سے منحرف قرار دے۔ جس دین پر ہونے کا وہ خود اقراری ہے۔ خاصکر کسی اسلامی حکومت کو یہ اختیار قطعاً نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے قرآن و حدیث کا فیصلہ موجود ہے اور کوئی اسلامی حکومت خواہ کتنی اسلامی کیوں نہ ہو۔ خدا تعالے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم میں ایمان کے لئے بار بار یہی آتا ہے من اٰمن باللہ ورسولہ اور مشہور و معروف حدیث ہے کہ ایک صحابی نے جب ایک ایسے شخص کو جنگ کے دوران میں قتل کر دیا جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول کا اقرار کر لیا تھا اس خیال سے کہ وہ محض موت سے بچنے کے لئے نہ حقیقتاً ایمان لایا تھا۔ تو جناب رسول پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تو نے اس کا سینہ پھاڑ کر کیوں نہ دیکھ لیا۔ یعنی تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ وہ سچے دل سے ایمان لایا تھا یا نہیں؟

جماعت احمدیہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پر پورا پورا ایمان رکھتی ہے اور اس کا وہ اقرار کرتی ہے اسلئے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اسے غیر مسلم اقلیت قرار دے یا غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرے ایسا مطالبہ صریحاً حکومت کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی ہے اور اس کے لئے اجتماع کرنا بذات خود خلاف قانون ہے

علماء کا یہ کہنا کہ احمدی "ختم نبوت" کے قائل نہیں۔ اول تو سراسر احمدیوں پر افتراء ہے کوئی احمدی نہیں ہو سکتا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانے کیونکہ یہ چیز بیعت کی شرائط میں شامل ہے۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ احمدی کہتے ہیں کہ اسرائیلی نبی کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے بعد امت اسلامیہ کا امام تسلیم کرنا "ختم نبوت" کی مہر کو توڑنا ہے۔ مگر جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے نبوت کی قوتیں اسلئے عطا ہوئی ہوں کہ وہ اس زمانے کے فساد فی البر والبحر کو مٹائے ایسا امتی غیر تشریعی نبی ختم نبوت کی مہر کو نہیں توڑتا اور اس میں احمدی منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ سینکڑوں علمائے حق کا یہی عقیدہ ہے۔ جن کے حوالے ہم نے کئی بار پیش کئے ہیں اس بحث کو فی الحال جانے دیجئے۔ سوال یہ ہے کہ آیا علماء کا یہ فتویٰ کہ جو شخص آنحضرت کو ان معنی میں جن معنی میں وہ خود مانتے ہیں۔ خاتم النبیین نہ مانے۔ اسکو حکومت کافر و مرتد قرار دے سکتی ہے؟ کیا اس اصول کی تائید کے لئے ان کے پاس کوئی سند ہے؟ بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا یہ علمائے اسلام کہلانے والے کلمہ میں تحریف کے مرتکب نہیں ہوتے؟ مسلمان کا کلمہ صرف اتنا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یہی کلمہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت سے لے کر آج تک چلا آیا ہے۔ مگر یہ علمائے اسلام اب کہتے ہیں کہ پورا کلمہ یہ ہے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا

وہ کہتے ہیں کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا نہ مانے۔ وہ ختم نبوت کا انکاری ہے۔ اس لئے وہ کافر و مرتد ہے۔ اسلام کی تیرہ چودہ سو سال کی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ موجودہ مولویوں نے یہ تحریف اب کر لی ہے۔ ورنہ نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمہ سکھایا ہے اور نہ ائمہ دین یا مجددین صالحین نے۔ ہر ایک نے غیر مسلمان کو مسلمان کرتے وقت صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اکتفا کی ہے۔ اگر یہ جھوٹ ہے۔ تو ہم ان علماء سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ساری تاریخ اسلام میں سے ایک ایسی مثال بتادیں کہ کسی نے یہ کہا ہو کہ پورا کلمہ اس طرح ہے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
لن یبعث اللہ من بعدہ رسول

چلو یہ نہیں تو یہی دکھا دو کہ کسی نے کہا ہو کہ پورا کلمہ اس طرح ہے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وخاتم النبیین

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہکر آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اور مسلمان رہتا ہے اور اس میں لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کا ٹکڑا ایزاد کرنا بدعت ہے جو ان حالیہ اسلام کہلانے والوں کی ایجاد بندہ ہے۔ بیشک قرآن کریم میں ایک جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ کے ساتھ خاتم النبیین بھی فرمایا گیا ہے۔ مگر تمام قرآن کریم میں صرف رسول اللہ ہی فرمایا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس خاص مقام پر جہاں رسول اللہ کے ساتھ خاتم النبیین بھی کہا گیا ہے۔ اس خاص مقام کے مضمون کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مخصوص صفت بیان کی گئی ہے۔ جس کی تاویل صرف اسی سیاق و سباق کے ماحول میں کی جا سکتی ہے۔ اور جو بھی تاویل کسی کے نزدیک درست ہو اس کے مطابق اپنا عقیدہ رکھنا اسکو باقی تمام

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اقرار کرنے والے گروہوں سے کوئی اسلامی حکومت الگ نہیں قرار دے سکتی۔ خواہ وہ تمام گروہ خاتم النبیین کی اپنی اپنی تاویل کے مطابق ایک دوسرے کو اعتقاداً کافر و مرتد ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں۔ ایک اسلامی حکومت کا ہرگز منصب یہ نہیں ہے کہ وہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کے حدود سے تجاوز کر کے کسی ایسے اختلافی عقیدہ کی بنا پر جو قرآن کریم کی آیات کی مختلف تاویلوں پر مبنی ہو کسی کلمہ گو جماعت کو خارج از اسلام اقلیت قرار دے یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کا اعتقاد مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے صرف احراریوں کی ایجاد بندہ بدعت ہے۔ جس کو انہوں نے پاکستان میں اور جمہور اہل اسلام میں فتنہ طرازی کے لئے ایجاد کیا ہے اور افسوس ہے کہ بعض برخود غلط علمائے اسلام کہلانے والوں نے بھی بغیر غور کئے اپنی نکیل احراریوں کے ہاتھوں میں دے دی ہے

اس ۱۳ رجولائی کو لاہور میں منعقد ہونے والی نام نہاد علمائے اسلام کی کنونشن نہ صرف اس لحاظ سے فتنہ ہے کہ یہ پاکستان کی ایک وفادار جماعت کے خلاف منافرت پھیلانے کے لئے منعقد کی جا رہی ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے بھی یہ فتنہ ہے کہ تخویف و ترہیب سے حکومت کو ایسے مطالبات منوانے کی مجرمانہ کوشش ہے۔ جس کو ماننے کا اختیار اسکو نہ صرف بین الاقوامی قانون کی رو سے نہ ریاست کی فطرت کے رو سے اور نہ اسلامی شریعت کے رو سے حاصل ہے۔ اسلئے یہ اجتماع ایک ایسا فتنہ ہے۔ جو یقیناً دفعہ ۱۴۴ کے حکم کے ماتحت آتا ہے۔ ہم حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ اسکو بزور روک دے۔

پہلے اپنا اسلام ثابت کرو

آخر میں ہم ان کنونشن والے مولویوں کی خدمت میں بھی ایک بات عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ نے انجیل میں اس بدکار عورت کا قصہ تو ضرور پڑھا ہوگا۔ جس کو ہجوم سنگسار کرنا چاہتا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ دیکھکر ہجوم سے فرمایا سنگسار کرو مگر پتھر وہ مارے جس نے خود گناہ نہ کیا ہو۔ کہتے ہیں کہ یہ سنکر ایک ایک کھسکنے لگا اور پل بھر میں ہجوم چھٹ گیا یہاں تک کہ سوا اس عورت کے اور مسیح علیہ السلام کے وہاں کوئی نہ رہا۔ (باقی ص۵ پر)

خطبہ جمعہ نمبر ۲۵

ہر مصیبت ہر خوف اور ہر حملہ تمہاری طاقت میں اضافہ کا موجب ہونا چاہیئے

جب قومیں اپنے اٹھان کے وقت میں ہوتی ہیں تو ہر تغیر ان کے لئے نیک نتیجہ پیدا کیا کرتا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۷ جون ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ
([illegible]: مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

موسم کی تبدیلی کے ساتھ دو تین دن سے مجھے

دوران سر کی تکلیف

ہے۔ انسان جب ضعف کی طرف جاتا ہے تو ہر تغیر اس کے لئے تکلیف دہ ہی ہوا کرتا ہے۔ جب جھلسنے والی گرمی پڑتی تھی تو میں گھر میں کہا کرتا تھا کہ اصل تکلیف دہ تو یہ گرمی ہے۔ جب برساتی ہوا چلنے لگ جائے گی تو انسان گرمی کو برداشت کرنے لگ جائیگا۔ لیکن جب برساتی ہوا چلنے لگی تو معلوم ہؤا کہ میرے لئے یہ موسم بھی خطرناک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب صحت کا توازن بگڑ جاتا ہے تو ہر چیز اس کے لئے بری بن جاتی ہے بہرحال انسان نے

کام کرنا ہے

وہ خواہ کسی حالت میں ہو اسے اپنا فرض ادا کرنا ہے ایک ایسے شخص کیلئے جو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہے اس کے لئے ایسا کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے اور اس حالت کو نظر انداز کرنا یا تکلیف کی حس کو کم کرنا اس کا فرض ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے
کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی
نہ روتے کٹے ہے نہ سوتے کٹے ہے

یعنی کوئی مہجور ایسا ہوتا ہے جو اپنے محبوب سے دور ہوتا ہے وہ اس کی یاد میں رو رو کر رات کاٹ دیتا ہے اور کسی کو اپنے محبوب کا قرب اور وصال حاصل ہوتا ہے تو وہ خوشی میں سو سو کر اپنی رات گذار دیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میری شب ہجر کیسی ہے کہ نہ تو یہ سوتے کٹتی ہے اور نہ روتے کٹتی ہے۔ اسی طرح جب انسان کی صحت گر جاتی ہے اور اس کی عمر تنزل کی طرف جاتی ہے تو اس کے لئے درحقیقت کسی تبدیلی سے کسی اچھے امکان کا پیدا ہونا ناممکن ہوتا ہے جو تبدیلی بھی ہوتی ہے اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے کیونکہ بیماری اس کے اندر ہوتی ہے اور وہ

ظاہری تغیرات پر

قیاس کرتا ہے کہ شاید کسی نہ کسی تغیر پر وہ صحت کی طرف قدم اٹھانے لگ جائے۔ لیکن ہر ظاہری تغیر

اس کے لئے تکلیف کا موجب ہوتا ہے

جو قانون انسانی جسم کے متعلق جاری ہے وہی قانون قوموں کے متعلق بھی پایا جاتا ہے۔ جب قومیں تندرست ہوتی ہیں۔ جب قومیں اپنے اٹھان کے وقت میں ہوتی ہیں تو ہر تغیر ان کے لئے نیک نتیجہ پیدا کرتا ہے اگر ان کا دشمن بھاگتا ہے تب بھی وہ جیتتی ہیں اور اگر ان کا دشمن حملہ کرتا ہے تب بھی وہ جیتتی ہیں۔ غرض کوئی تغیر ان کیلئے تکلیف کا موجب نہیں ہوتا۔ دوسرے لوگ جب ان کے دشمن جمع ہوتے ہیں یا مخالف ان پر حملہ کے لئے تیار ہوتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک مصیبت اور ابتلاء ہے لیکن قرآن کریم صحابہؓ کے متعلق فرماتا ہے کہ جب

جنگ احزاب کے موقعہ پر

چاروں طرف سے دشمن مدینہ پر چڑھ آئے۔ جب اندر کے دوست بھی دشمن سے مل گئے اور باہر والے غیر متعلق لوگ بھی دشمن کے ساتھ مل گئے اور مسلمان اس حد تک خطرات میں گھر گئے کہ منافق جیسے بزدل لوگوں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ نکلے تھے دنیا کو فتح کرنے لیکن اب انہیں پاخانہ کرنے کو بھی جگہ نہیں ملتی۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مومن اس وقت اپنے ایمان میں اور بھی بڑھ گئے اور ان کی خوشی اور ترقی کر گئی اور وہ کہنے لگے کہ یہ مصائب تو وہی ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے ہمیں پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں پہلے سے بتا دیا تھا کہ لوگ تمہیں تباہ کرنے اور مٹانے کے لئے اکٹھے ہوں گے۔

قرآن کریم کی یہ پیشگوئی

کس طرح سچی ثابت ہوئی ہے۔ غرض بجائے اس کے کہ دشمن کا اجتماع اور اتحاد اور اس کا حملہ مومنوں کے دلوں کو کمزور کرتا یہ خبر سن کر ان کے دل اور بھی مضبوط ہو گئے۔ بجائے اس کے کہ ان کے ایمان متزلزل ہوتے وہ اور مضبوط ہو گئے۔ اسلام پر یہ دن جوانی کے تھے۔ ہر چیز، ہر مصیبت اور ہر ابتلاء

جو ان پر آتا تھا مسلمان اسے ہضم کر جاتے تھے اور وہ ان کے لئے ایمان میں ترقی کا موجب ہوتا تھا پھر اسلام پر تنزل کا وقت آیا تو ہر مصیبت اور ہر ابتلاء جو ان پر آیا وہ ان کی کمزوری کا موجب ہؤا۔ یا تو ہر مصیبت اور ابتلاء ان کے ایمانوں کو بڑھا دیتا تھا اور یا پھر اسلام کے اضمحلال کے زمانہ میں ہر مصیبت جو اسلام پر آئی وہ مسلمانوں کے لئے نقصان کا موجب ہوئی جب اسلام ظاہر ہؤا عیسائیت زوروں پر تھی۔ اسلام کے ظہور کے قریب ترین زمانہ میں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی عیسائیوں کو

ایک عظیم الشان سلطنت

پر فتح حاصل ہوئی تھی یعنی روم نے ایران کو شکست دی تھی۔ اس طاقت اور قوت کے زمانہ میں اسلام اٹھا۔ پھیلا اور روم کی سلطنت سے ٹکرایا اور رومیوں کو ایک حد تک پیچھے دھکیل دیا۔ لیکن ابھی دشمن موجود تھا ابھی اسے طاقت اور تنظیم حاصل تھی۔ ابھی وہ دنیا میں زبردست شہنشاہیت سمجھی جاتی تھی کہ مسلمانوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ایک حصہ کھڑا ہو گیا۔ روم کے بادشاہ نے چاہا کہ وہ مسلمانوں کے اس تفرقہ سے فائدہ اٹھائے اور ان پر حملہ کرے تا وہ اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو دوبارہ حاصل کر سکے۔ جب بادشاہ روم کا مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ ہؤا تو ایک پادری نے جو مسلمانوں کے علاقہ میں رہ چکا تھا اور ان کی حالت سے واقف تھا بادشاہ کو کہا میں ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں۔ میں مسلمانوں کے علاقہ میں رہ چکا ہوں اور ان کے حالات قریب سے دیکھ چکا ہوں۔ وہ پادری عیسائی تھا مسلمان نہیں تھا۔ وہ بغض و کینہ میں دوسرے عیسائیوں سے کم نہیں تھا۔ لیکن سیاسی لحاظ سے وہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں پر حملہ کرنا اچھا نہیں۔ اس نے مثال

گندی دی لیکن

اس کے نقطہ نگاہ سے

وہ مثال درست تھی۔ اس نے بادشاہ سے کہا آپ دو کتے منگوائیے اور ان کو کچھ دن بھوکا رکھئے۔ پھر ان کے آگے گوشت ڈالئے۔ چنانچہ کتے بھوکے رکھے گئے اور پھر ان کے آگے گوشت ڈالا گیا۔ کتے کو عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کو کھاتا دیکھ نہیں سکتا۔ کتوں نے جب گوشت دیکھا تو ایک دوسرے کو دیکھ کر غرّانے لگے اور غرّانے کے بعد ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے۔ پادری نے کہا اب ایک شیر منگوائیے اور اسے ان کتوں پر چھوڑ دیجئے۔ چنانچہ شیر منگوایا گیا اور کتوں پر چھوڑ دیا گیا۔ تو دونوں کتے اپنی لڑائی چھوڑ کر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس پادری نے کہا جو حالت ان کتوں کی ہے وہی حالت مسلمانوں کی ہے۔ آپ کو خبر مل رہی ہے کہ (حضرت) علیؓ اور (حضرت) معاویہؓ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ لیکن ان کی لڑائی ذاتی ہے جب

اسلام پر مصیبت

آئی دونوں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اگر جانور مصیبت کے وقت اپنا اختلاف بھول جاتے ہیں تو مسلمان جو ایک زندہ قوم ہے آپ کے حملہ ہونے پر کیوں نہ اکٹھا ہو جائیں گے۔ روم کے بادشاہ نے اس پادری کی بات پر زیادہ توجہ نہ دی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ جب معاویہؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت علیؓ اور ان کی آپس کی لڑائی کو دیکھ کر بادشاہ روم ان پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور اس تفرقہ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو چونکہ سب سے پہلے معاویہؓ کا علاقہ ہی آتا تھا انہوں نے اپنا ایک ایلچی

بادشاہ روم کے پاس

بھیجا اور کہا میں نے سنا ہے کہ تمہارا مسلمانوں پر حملہ کرنیکا ارادہ ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے اسلامی ممالک پر حملہ کیا تو سب سے پہلا جرنیل جو حضرت علیؓ کی طرف سے تمہاری فوجوں کے مقابلہ میں آئے گا وہ میں ہوں گا۔ حضرت معاویہؓ نے یہ نہیں کہا کہ سب سے پہلے میں تم سے لڑوں گا۔ بلکہ یہ کہا کہ لڑیں گے تجھ سے حضرت علیؓ ہی لیکن میں علیؓ کا جرنیل ہونے کی حیثیت سے تم سے لڑوں گا اور سب سے پہلے میں تمہارے مقابلہ میں

آؤں گا۔ یعنی ہمیں اس وقت ساری رقابت بھول جائیگی۔ اور ہم اکٹھے ہوکر تمہارا مقابلہ کریں گے۔ بادشاہ روم کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو اس نے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کردیا۔ اور مسلمانوں کا یہ ضعف بھی ان کی شوکت کا موجب ہؤا۔ اگر مسلمانوں میں تفرقہ نہ ہوتا۔ تو یہ شوکت ظاہر نہ ہوتی۔ اور کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکتا۔ کہ مسلمانوں پر جوانی کا وقت ہے۔ اس وقت ان کا تفرقہ اور ضعف بھی ان کا طاقت کا موجب ہے۔ یہ دن

اسلام کی اٹھان

کے ہیں۔ اس وقت جو چیز بھی آئے گی۔ مسلمانوں کی طاقت کا موجب ہوگی۔ جب انسانی معدہ اچھا ہوتا ہے۔ تو وہ چنے کھاتا ہے۔ تو ہضم ہوجاتے ہیں۔ وہ ماش کھاتا ہے۔ تو ہضم ہوجاتے ہیں۔ وہ گوشت کھاتا ہے۔ تو ہضم ہوجاتا ہے۔ وہ روٹی کھاتا ہے۔ تو ہضم ہوجاتی ہے۔ غرض ہر چیز جو وہ کھاتا ہے۔ اس کے اندر طاقت پیدا کرتی ہے۔ لیکن جب انسانی معدہ خراب ہو۔ تو وہ پلاؤ کھائے گا۔ تب بھی بیمار ہوجائے گا۔ وہ مرغ کھائے گا۔ تب بھی بیمار ہوجائے گا۔ وہ روٹی کھائیگا تب بھی بیمار ہوجائے گا۔ غرض ہر چیز جو وہ کھاتا ہے۔ اس کی صحت کو نیچے گرادیتی ہے۔ لیکن جس نوجوان کا معدہ ٹھیک ہو۔ چاہے اسے چچوڑی ہوئی ہڈیاں دے دی جائیں۔ اسے دال دے دی جائے۔ اسے ڈھصل کی روٹی دے دی جائے۔ تو وہ اس کے اندر طاقت پیدا کرتی ہے۔ پس جوانی کی علامتوں اور اس کے زمانے میں اور کمزوری کی علامتوں اور اس کے زمانہ میں فرق ہوتا ہے۔ تمہارا زمانہ بھی جوانی کا ہے۔ قوم کی عمر انسان کی عمر کے برابر نہیں ہوتی۔ قوم کی عمر انسانی زندگی سے بہر حال زیادہ ہوتی ہے۔

سلسلہ احمدیہ اور میری عمر

ایک ہی ہے۔ جس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا ہے۔ اور بیعت لی ہے۔ میں اسی سال پیدا ہؤا تھا۔ گویا جتنی میری عمر ہے۔ اتنی عمر سلسلہ کی ہے۔ لیکن افراد کی عمروں اور قوم کی عمر میں فرق ہوتا ہے۔ ایک فرد اگر ۷۰ یا ۱۰۰ سال زندہ رہ سکتا ہے۔ تو قومیں ۳۰۰ - ۴۰۰ سال تک زندہ رہ سکتی ہیں۔ اگر تین سو سال بھی کسی قوم کی زندگی رکھ لی جائے۔ تو اس کی جوانی کا زمانہ اس کے چوتھے حصہ کے قریب سے شروع ہوتا ہے۔ اگر ایک انسان کی عمر ۷۲، ۷۴ سال فرض کرلی جائے۔ تو اسکی عمر کے چوتھے حصہ سے جوانی شروع ہوتی ہے۔ یعنی ۱۸ - ۱۹ سال سے انسان جوانی کی عمر میں داخل ہوتا ہے۔ اس طرح اگر کسی قوم کی عمر ۳۰۰ سال قرار دے لی جائے۔ تو اس کی جوانی ۷۵ سال کی عمر سے شروع ہوگی۔ تمہاری عمر تو ابھی ۶۳ سال کی ہے۔ گویا تم ابھی جوان بھی نہیں ہوئے۔ ہاں تم ان دنوں کے قریب آرہے ہو۔

جب تم جوان ہوگے

پس تمہارے حالات ان قوموں سے مختلف ہونے چاہئیں۔ جو بوڑھی ہوچکی ہیں۔ جو اپنا زمانہ دیکھ چکی ہیں۔ تمہارے لئے ہر خوف۔ تکلیف اور دشمن کا حملہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جیسے جوان آدمی کے لئے پتھر اور روڑے۔ ایک جوان آدمی جو کچھ کھاتا ہے۔ اسے ہضم کرلیتا ہے۔ اور وہ اس کی طاقت کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح تم بھی ابھی جوانی میں داخل ہورہے ہو۔ اس لئے ہر خوف۔ ہر حملہ۔ اور ہر مصیبت تمہاری طاقت میں اضافہ کا موجب ہونی چاہیئے۔ جو دشمن اٹھے۔ جو منصوبہ کرے۔ تمہارے لئے ضعف کا موجب نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک جوان آدمی کے لئے سخت اور نرم غذا کا سوال نہیں ہوتا۔ وہ جو کچھ کھائے گا۔ اس کی طاقت کا موجب ہوگا۔ جانوروں میں دیکھ لو۔ قطاط ایک جانور ہے۔ جو پتھر اور روڑے کھاتا ہے۔ اور یہی پتھر اور روڑے اس میں خون پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسانوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو بڑی سخت چیزیں کھا جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں

ایک شخص پیرا نامی تھا جو پہاڑی تھا۔ نقرس کی وجہ سے اس کے گھٹنے جڑ گئے تھے۔ اس کے رشتہ داروں نے کہیں سے سنا۔ کہ حضرت مرزا صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں۔ کھانا بھی گھر سے دیتے ہیں۔ اور علاج بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اسے علاج کے لئے قادیان لے آئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درخواست کی۔ کہ آپ اس کا علاج کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی بیماری بہت پرانی ہے۔ اس کے لئے لمبا علاج درکار ہے۔ انہوں نے کہا۔ اچھا آپ علاج شروع کردیں۔ چنانچہ آپ نے علاج شروع کردیا۔ لیکن وہ لوگ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ علاج کرتے رہے۔ جب وہ اچھا ہوگیا اور اس کے رشتہ داروں نے سنا۔ کہ پیرا تندرست ہوگیا ہے۔ تو وہ اسے لینے کے لئے آگئے۔ پہاڑیوں کو آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پیرا جاہل تھا۔ لیکن جب اس کے رشتہ دار اسے لینے کے لئے آگئے تو اس نے ساتھ جانے سے انکار کردیا۔ اور کہا۔ بیماری میں جو شخص میرے کام آیا ہے۔ وہی میرا رشتہ دار ہے۔ چنانچہ وہ

قادیان میں ہی رہا

اور وہیں فوت ہؤا۔ وہ بڑا مضبوط نوجوان تھا۔ اس کا جسم اتنا قوی تھا۔ کہ اسے مٹی کے تیل سے بھی طاقت حاصل ہوتی تھی۔ اور وہ کہا کرتا تھا۔ کہ تیل مٹی کا ہو یا سرسوں کا۔ اس میں فرق ہی کیا ہے۔ ایک ہی چیز ہے۔ جب اس نے یہ بات کہنی تو لوگوں نے کہنا۔ اچھا مٹی کا تیل پی جاؤ۔ تو وہ مٹی کا تیل پی لیتا تھا۔ اور وہ اس سے بیمار نہیں ہوتا تھا۔ باہر سے لوگ آتے۔ اسے چار آنے کے پیسے دیتے۔ اور کہتے۔ مٹی کا تیل پی کے دکھاؤ۔ تو وہ پی جاتا۔ بلکہ وہ کہا کرتا تھا۔ اس کا مزہ اچھا ہے۔ چاہے دال میں ڈال کر کھالو۔ چنانچہ وہ دال میں مٹی کے تیل کی بوتل ڈال کر کھالیتا تھا۔ اور وہ اسے نقصان نہیں دیتا تھا۔ بلکہ اس کی طاقت کا موجب ہوتا تھا۔ غرض جوان آدمی کو ہر چیز طاقت دیتی ہے۔ یہی حال جوان قوموں کا بھی ہے۔ ان کی مثال بھی انسان کی طرح ہی ہے۔ ہر دکھ اور ہر تکلیف ان کے لئے کھاد کی طرح ہوتی ہے۔ اور تمہاری مثال تو ایک ایسے شخص کی طرح ہے۔ جو ابھی جوان ہورہا ہے۔ تم تو ابھی پوری جوانی کو بھی نہیں پہنچے۔ کجا یہ کہ تم میں بڑھاپے کے آثار پیدا ہوجائیں۔ تمہاری عمر ابھی وہ بھی نہیں۔ کہ جب انسان اپنی طاقت کی انتہا کو پہنچتا ہے۔ پھر

طاقت کا زمانہ

بھی لمبا ہوتا ہے۔ اگر انسان اٹھارہ سال کا جوان ہوتا ہے۔ تو اس سے ڈیوڑھا عرصہ اس کی جوانی میں لگتا ہے۔ یعنی ۲۷ سال اس کی جوانی کے ہوتے ہیں۔ گویا ۴۵ سال کا انسان ہو۔ تب اس میں کمزوری کے آثار پیدا ہونے چاہئیں۔ بلکہ بڑھاپا تو اس سے بھی بعد میں آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ ساٹھا باٹھا گویا اگر قومی لحاظ سے ۷۵ سال کے بعد تم جوان ہو۔ تو ۷۵ + ۳۵ = ۱۱۰ سال تمہاری جوانی کی عمر ہوگی۔ گویا اگر ضعف کے آثار تم میں پیدا ہوں۔ تب بھی ۱۸۵ سال کے بعد پیدا ہونے چاہئیں۔ اور یہ ایک صدی سے زیادہ بھرپور جوانی کا وقت ہوگا۔ اور پھر نیم جوانی کا وقت ۷۵ سال اور سمجھ لو۔ گویا ڈیڑھ صدی یا پونے دو صدیوں کے بعد اضمحلال کا زمانہ شروع ہوگا۔ پھر مرتے مرتے بھی قومیں وقت لیتی ہیں۔ یہ نہیں ہوتا۔ کہ انسان ساٹھ سال کا ہوتے ہی سوٹا پکڑ لے۔ بلکہ وہ آہستہ آہستہ کمزوری کی طرف بڑھتا ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے بغیر کسی خیال کے اس کی حالت تبدیل ہوتی جاتی ہے۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ ہماری جماعت کو

یاد رکھنا چاہیئے

کہ وہ ابھی جوان بھی نہیں ہوئی۔ اس پر ابھی وہ زمانہ ہے۔ کہ جب انسان کچھ بھی کھالے۔ تو وہ اسے ہضم ہوجاتا ہے۔ ہزاروں مخالفتیں ہوں۔ مصائب ہوں۔ ابتلاء ہوں۔ یہ اس کی قوت کے بڑھانے کا موجب ہونے چاہئیں۔ کمزوری کا موجب نہیں۔ اگر تم اس چیز کو سمجھ لو۔ تو یقیناً تمہارے حالات اچھے ہوجائیں گے۔ جو لوگ جسمانی بناوٹ کے ماہر ہیں۔ ان کا خیال ہے۔ کہ انسانی جسم اس یقین کے ساتھ بڑھتا ہے۔ کہ اس کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ طاقت کا مشہور ماہر سینڈو گزرا ہے۔ اس نے طاقت کے کئی کرتب دکھائے ہیں۔ اور کئی بادشاہوں کے پاس جاکر اس نے اپنی طاقت کے مظاہرے کئے ہیں۔ اس نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ کہ مجھے ورزش کا کہاں سے خیال پیدا ہؤا۔ اور میرا جسم کیسے مضبوط ہؤا۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ مجھے ایسے رنگ میں کام کرنے کا موقعہ ملتا تھا۔ کہ میرے بازو بنیان سے باہر رہتے تھے۔ میں نے ایک دن اپنے بازو دیکھ کر خیال کیا۔ کہ میرے بازو مضبوط ہورہے ہیں۔ اس خیال کے آنے کے بعد میں نے ورزش شروع کردی۔ اور آہستہ آہستہ میرا جسم مضبوط ہوتا گیا۔

سینڈو کا یہ خیال تھا

کہ ورزش لنگوٹا باندھ کر کرنی چاہیئے۔ تا ورزش کرنے والے کی نظر اس کے جسم کے مختلف حصوں پر پڑتی رہے۔ اور اسے یہ خیال رہے۔ کہ اس کا جسم بڑھ رہا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ میں نے لنگوٹا باندھ کر ورزش شروع کی۔ میں ہمیشہ یہ خیال کرتا تھا۔ کہ میرے جسم کا فلاں حصہ بڑھ رہا ہے۔ اور مجھ پر یہ اثر ہؤا۔ کہ صحت کی درستی خیال کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ جب تک انسان کا خیال اس کی مدد نہیں کرتا۔ اس کا جسم مضبوط نہیں ہوتا۔ اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ کہ ورزش کرنے والا اپنے جسم کو دیکھ رہا ہو۔ یہ نہایت کامیاب اصل ہے۔ ہزاروں نے اس کا تجربہ کیا۔ اور اسے کامیاب پایا۔ اور انہوں نے اپنے جسموں کو درست کیا۔ تمہیں بھی اٹھتے بیٹھتے یہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ تم ہمت محسوس کررہے ہو۔ اور تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ تم تو

ابھی جوان بھی نہیں ہوئے

تمہاری عمر ابھی ۶۳ سال کی ہے۔ اور اگر تمہاری کم سے کم عمر بھی قرار دے لی جائے۔ تو تم نے ۷۵ سال کے بعد جاکر جوان ہونا ہے اور پھر ۱۵۰ - ۱۷۵ سال جوانی کے بھی گزرنے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم کی عمر کو لیا جائے۔ تو اسکی جوانی کی عمر ۵۰۰ سال کی تھی۔ ۲۷۰ سال گزر جانے کے بعد ان کی جوانی کا وقت شروع ہؤا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدے کئے ہیں۔ ان کے مطابق ہماری جوانی پہلے شروع ہوگی۔ بہرحال ہماری ان سے کچھ مشابہت تو ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے۔ ہماری جوانی کا وقت ۱۰۰ یا سوا سو سال سے شروع ہو۔ اس صورت میں جوانی کا زمانہ پونے دوسو سے اڑھائی سو سال تک کا ہوگا۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ جن کی جوانی میں دیر لگتی ہے۔ ان کی عمریں بھی لمبی ہوتی ہیں۔ اور جن کی عمریں چھوٹی ہوتی ہیں۔ ان کی جوانی بھی جلدی آتی ہے۔

جانوروں کو دیکھ لو

جن جانوروں کی عمر چار پانچ سال کی ہوتی ہے۔ ان کی جوانی مہینوں میں ہوتی ہے۔ اور جو جانور ۲۷، ۲۸ سال تک زندہ رہتے ہیں۔ ان کی جوانی سالوں میں آتی ہے۔ گھوڑے کو لے لو۔ اس کی عمر بیس پچیس سال کی ہوتی ہے۔ اور اس کی جوانی کی عمر کہیں چار سال سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن بکری اور بلی چوتھے پانچویں ماہ

جوان ہو جاتے ہیں۔ گویا جتنی کسی کی عمر چھوٹی ہوگی۔ اسی نسبت سے اس کی جوانی پہلے آئے گی۔ اور جتنی کسی کی عمر لمبی ہوگی۔ اسی نسبت سے اس کی جوانی بھی بعد میں آئے گی۔ تمہاری زندگی کا لمبا ہونا مقدر ہے۔ اور یہ نیک فال ہے۔ کہ ابھی تمہاری جوانی کا وقت نہیں آیا۔ اگر تم ۶۳ سال کی عمر میں ابھی نیم جوانی کی حالت میں ہو۔ تو معلوم ہوا۔ کہ تمہاری عمر لمبی ہے۔ عمر اور جوانی میں کچھ نسبت ہوتی ہے۔ لمبی عمر ہو۔ تو جوانی دیر سے آتی ہے۔ اور اگر جوانی دیر سے آئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ عمر لمبی ہوگی۔ بہرحال اس زمانہ تک جماعت احمدیہ کا ترقی نہ کرنا حیرت کا موجب نہیں۔ ۶۳ سال جماعت پر گزر چکے ہیں۔ اگر ۶۳ سال میں جماعت غالب نہیں آئی۔ تو یہ خوشی کی بات ہے۔ عیسائیوں پر پونے تین سو سال میں جوانی آئی۔ اور آج تک وہ پھیلتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک لمبے عرصہ تک انہیں

مصائب جھیلنے پڑے

تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔ اور وہ غور و فکر کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے انہیں ہر کام کے متعلق غور کرنے اور فکر کرنے کی عادت پڑ گئی۔ اور اس کے نتیجہ میں انہوں نے بعد میں شاندار ترقی حاصل کی۔

پس ہماری جماعت پر جوانی کا وقت آنے میں جو دیر لگی ہے۔ اسی کی وجہ سے ہمیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ جوانی دیر سے آنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ جماعت کی عمر بھی لمبی ہوگی۔ اور احمدیت دیر تک قائم رہے گی۔ یہ چیزیں تمہاری گھبراہٹ کا موجب نہیں ہونی چاہئیں۔ بلکہ

تمہیں خوش ہونا چاہیئے

کہ خدا تعالیٰ جماعت کو لمبی عمر دینا چاہتا ہے تم سوچنے اور فکر کرنے کی عادت ڈالو۔ تمہاری طاقت تمہارا ایمان۔ تمہاری قوت مقابلہ اور عقل سوچنے سے بڑھے گی۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ بہت سے لوگ حقائق پر سے اس حالت میں گزر جاتے ہیں۔ کہ وہ ان پر غور نہیں کرتے۔ پس تم ہر چیز پر غور کرو۔ اور فکر کرو۔ کیونکہ جو شخص غور و فکر کی عادت پیدا کرنے کے مرتا ہے۔ وہ جانور کی موت مرتا ہے۔ وہ انسان کی موت نہیں مرتا۔ بلکہ بلی۔ گھوڑے اور گائے کی موت مرتا ہے۔ انسان وہ ہے۔ جو ہر بات پر غور کرتا ہے۔ اور اس سے نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی عادت ڈالتا ہے۔

نماز جمعہ کے بعد حضور نے بعض جنازے پڑھائے۔ حضور نے فرمایا۔ میں نماز کے بعد بعض

جنازے پڑھاؤں گا

۱۔ مہاشہ محمد عمر صاحب مبلغ کے لڑکے عزیز احمد جماعت ہشتم فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم امتحان دینے جا رہا تھا۔ کہ گاڑی کی لپیٹ میں آ گیا۔ اور فوت ہو گیا۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۲۔ چوہدری دین محمد صاحب ملار ضلع شیخوپورہ میں فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم جمعدار فضل الدین صاحب اوورسیر کے چچا تھے۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۳۔ سردار حق نواز صاحب۔ صحابی تھے۔ سردار نذیر حسین صاحب کے ماموں تھے۔ جنازہ میں بہت تھوڑے لوگ شریک ہوئے۔

۴۔ سراج الحق صاحب سب انسپکٹر صاحب پولیس۔ حاجی نصیر الحق صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۵۔ جیواں بیگم صاحبہ۔ کیپٹن شاہ نواز صاحب کی خالہ تھیں۔ صحابیہ تھیں۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۶۔ ارشاد احمد صاحب ربوہ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ان کی پھوپھی بھاگ بھری صاحبہ بیوہ امام بخش صاحب قادیانی فوت ہو گئی ہیں۔ مرحومہ اپنے بعض رشتہ داروں کو ملنے کے لئے گھسیٹ پور ضلع لائل پور میں آئی تھیں۔ وہاں چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گئیں۔ مرحومہ صحابیہ تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ مرحومہ نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی۔ کہ ان کا جنازہ میں پڑھاؤں۔

۷۔ سعیدہ بانو صاحبہ بنت سید عبدالمجید صاحب مرحوم ماڈل ٹاؤن لاہور اطلاع دیتی ہیں۔ کہ ان کے خاوند پیر عبدالسلام صاحب نائب انسپکٹر ایگریکلچر وفات پا گئے ہیں۔ نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست ہے۔

نماز کے بعد میں ان سب کا جنازہ پڑھاؤں گا۔

درخواست دعا

عاجز کو کافی عرصہ سے بائیں گھٹنے کی ہڈی میں درد کی تکلیف ہے۔ اب کچھ دنوں سے یہ تکلیف زیادہ بڑھ گئی ہے۔ چلنا پھرنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ احباب کرام سے درخواست دعا ہے۔ خاکسار ابو العطاء جالندھری۔

مضمون نگار احباب کی خدمت میں

جو احباب الفضل کے لئے مضمون تحریر فرماتے ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ

(۱) وہ مضمون کی ایک نقل ضرور رکھ لیا کریں۔ کیونکہ عدم اشاعت کی صورت میں مضمون واپس بھیجنے کا ادارہ ذمہ دار نہیں ہے۔

(۲) مضامین براہ راست ایڈیٹر الفضل کے نام بھیجے جائیں۔

(۳) مضمون اصلاح و ترمیم کی خاطر حاشیہ چھوڑ کر لکھا جائے۔ اور بین السطور بھی کافی جگہ چھوڑی جائے۔

تمام دوستوں کو چاہیئے کہ ۲۲ اگست (جمعہ) کو خصوصیت سے دنیا میں امن کے قیام کیلئے دعا کریں

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

کیلیفورنیا (امریکہ) سے ڈاکٹر الفرڈ ڈبلیو پارکر ایگزیکٹو سیکرٹری دی انٹرنیشنل ورلڈ پیس ڈے کمیٹی کا خط سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں موصول ہوا۔ جس میں انہوں نے یہ درخواست کی ہے کہ ۲۲ اگست کو ان کی کمیٹی کی طرف سے "یوم امن" منایا جا رہا ہے اس میں جماعت احمدیہ کے افراد بھی شامل ہوں۔ اس دن یا اس سے پہلے آنے والے جمعہ کے دن امن کے لئے دعا کریں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا۔ امن کی اپیل خواہ کسی طرف سے بھی ہو بہرحال قابل تعریف ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے دعا مانگیں کہ دنیا میں امن کا دور دورہ ہو۔ پس اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ یہ تحریک کس کی طرف سے ہے ہم اس تحریک میں شامل ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ تمام دوستوں کو چاہیئے کہ ۲۲ اگست ۱۹۵۲ء جمعہ کے روز خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی موجودہ بے اطمینانی اور بددمنی کی حالت کو دور فرمائے اور لوگوں کو امن اور اطمینان بخشے۔

خصوصیت سے مندرجہ ذیل دعا کی جائے یہ دراصل سورۃ فاتحہ کا ترجمہ ہے اس لئے سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے خاص طور پر ان مطالب کو مدنظر رکھا جائے

دُعا:۔ اے خدا ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ایسا راستہ جس پر مختلف اقوام کے چیدہ لوگ جنہوں نے تیری رضامندی کو حاصل کر لیا تھا چلے تھے۔ ہمارے ارادے پاکیزہ ہوں۔ ہماری نیتیں درست ہوں۔ ہمارے خیالات ہر بدی سے پاک ہوں اور ہمارے عمل ہر قسم کی کجی سے منزہ ہوں۔ سچائی اور صداقت کے لئے ہم اپنی ساری خواہشات اور رغبتیں قربان کر دیں۔ ایسا انعام جس میں رحم ملا ہوا ہو ہمارے حصہ میں آئے اور ہم تیرے ہی فضل سے دنیا میں سچا امن قائم کرنے والے ہو جائیں جس طرح کہ تیرے برگزیدہ بندوں نے دنیا میں امن قائم کیا۔ اور تو ہمیں ایسے تمام کاموں سے محفوظ رکھ۔ جن کی وجہ سے تیری ناراضگی حاصل ہوتی ہے اور تو ہمیں اس بات سے بھی بچا کہ ہم جوش عمل سے اندھے ہو کر ان فرائض کو بھول جائیں جو تیری طرف سے عائد ہوتے ہیں اور ان طریقوں سے بے راہ ہو جائیں جو تیری طرف لے جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ ۲۲ اگست کے روز مساجد کے امام کے ۱ اپنے خطبات میں "اسلام اور امن عالم" کے متعلق روشنی ڈالیں۔

(نائب وکیل التبشیر ربوہ)

اعتراضات کا ریکارڈ

دوران تبلیغ میں آپ کو جتنے اعتراضات سننے میں آئیں وہ دفتر ہذا میں تحریراً بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں۔ مہتمم تبلیغ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

درخواستہائے دُعا

ے برادرم شیخ عبدالمنان صاحب آف لاہور کی صاحبزادی عزیزہ بعارضہ شدید بخار میں مبتلا ہے احباب صحت کاملہ کیلئے دعا فرمائیں۔ عبدالوہاب سیکرٹری رضاکار کراچی

ـــ میری اہلیہ (جو شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر کی دختر ہیں) سخت بیمار ہیں۔ احباب ان کی شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔ عبدالعزیز خاتم گنج مغلپورہ لاہور

(بقیہ لیڈر صـ۲)

اسی طرح اے علمائے اسلام آج جو آپ ہم پر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگانے کے لئے ہجوم کر رہے ہیں تو کم سے کم اس ہجوم کا سا کردار تو ضرور دکھاؤ اور ہم پر کفر و ارتداد لگانے میں صرف وہ مولوی حصہ لے جس پر خود کفر و ارتداد کا فتویٰ نہ لگا ہوا ہو۔ اے علمائے اسلام ہمیں امید ہے آپ جو دین اسلام کے اجارہ دار بنتے ہیں کم سے کم اس ہجوم جتنی غیرت کا مظاہرہ ضرور کرو گے اور تم میں سے کوئی حنفی۔ دیوبندی۔ اہل حدیث۔ ندوی۔ چکڑالوی بریلوی۔ مودودی وغیرہ کہلا کر اس کنونشن میں حصہ نہیں لے سکتا کیونکہ تم سب ایک دوسرے کے نزدیک کافر و مرتد ہو۔

جنازے کا مسئلہ

بعض شر پسند اخبارات احمدیوں کے خلاف عوام کو اشتعال دلانے کے لئے لکھتے رہتے ہیں کہ چوہدری ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ نے قائد اعظم کا جنازہ بھی نہ پڑھا۔

ہم ان اخبارات سے ہی ایک سوال کرتے ہیں کہ آج جن مفتیان دین احراریوں کی امداد کے لئے آپ کھڑے ہوئے ہیں کبھی قائد اعظم کے متعلق ان کے فتویٰ پر بھی غور فرمایا ہے کیا؟ فتویٰ یہ ہے "یہ قائد اعظم ہے کہ ہے کافر اعظم" (نعوذ باللہ)

اب ان ہی مفتیان دین سے جنازہ کا مسئلہ بھی پوچھ لیجئے!

اپنی طاقت کو اپنے ہاتھوں گھٹانے کی حماقت نہ کرو اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی نہ چلاؤ

احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ بالآخر اتنا نقصان دہ ثابت ہوگا کہ اس کی تلافی نہ ہو سکے گی

مولانا غلام رسول مہر ایڈیٹر انقلاب کا دوسرا مقالہ

(یہ مقالے ۳۵ء میں روزنامہ انقلاب لاہور میں شائع ہوئے)

احمدی تحریک کوئی چالیس سال سے جاری ہے علمائے اسلام کسی زمانے میں بھی اس سے غافل نہیں رہے۔ اس تحریک سے مسلمانوں کے عقائد کو محفوظ رکھنے کے لئے بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ اور دینی اخبارات مسلسل خدمت کرتے رہے۔ لیکن اب تک کسی سیاسی جماعت یا سیاسی ادارے کو یہ ضرورت داعی نہیں ہوئی تھی۔ کہ وہ احمدیوں کی مخالفت کو اپنا مقصد وحید قرار دے لے تحریک خلافت کے دوران میں احمدی من حیث الجماعت عامۃ المسلمین کے جذبات کی مخالفت کرتے رہے تھے۔ اور وہ تمام بزرگ جو آج کل مجلس احرار کی زیب و زینت ہیں تحریک خلافت میں شامل تھے۔ لیکن اس زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کئی سال تک ان میں سے کسی بزرگ کو یہ خیال نہیں آیا۔ کہ احمدیوں کے خلاف کوئی تحریر و تقریر کی مہم شروع کرنی چاہیئے۔ آج سے کوئی دو اڑھائی سال سے جب مولانا ظفر علی خان نے احمدیوں کے خلاف تصہ شروع کیا تھا۔ اور جیل بھیج دیئے گئے تھے۔ تو آپ نے چوہدری افضل حق صاحب سے کہا۔ کہ اب آپ لوگ احمدیت کی مخالفت کا بیڑہ اٹھائیں۔ اور میری شروع کی ہوئی تحریک کو جاری رکھیں۔ لیکن چوہدری صاحب نے اس تجویز پر اعتنا کرنا بھی ضروری نہ سمجھا۔ اور صاف کہہ دیا۔ کہ ہم اس قسم کے فرقہ بندانہ جھگڑے اور حرب عقائد میں نہیں پڑتے لیکن خدا جانے تھوڑی مدت گذر جانے کے بعد بزرگان احرار پر ایک دم کیا انکشاف ہوا کہ انہوں نے اپنی قدیم غیر فرقہ بندانہ حکمت عملی کو ترک کر کے احمدی فرقے کے خلاف اپنی تمام طاقتیں مجتمع کر دیں۔ حالانکہ ۵۶ ہزار نفوس کا یہ بے حقیقت گروہ جو ستر کروڑ مسلمانان عالم کے سمندر میں محض ایک قطرے کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہرگز اس قابل نہ تھا۔ کہ مسلمانان ہند کے سیاسی رہنما اپنی بہترین توجہات اسی پر صرف کر دیں۔ اور دنیا کے اور تمام کام چھوڑ کر اسی کے ہو رہیں۔

پھر اگر مجلس احرار نے یہی قرار دیا تھا۔ کہ آئندہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور اصلاح کا بوجھ اسے خود ہی اٹھانا ہے۔ تو کسی شخص کو اس میں تعرض کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس اصلاح کے لئے ہنگامہ خیز جلسوں اور جلوسوں اور تلخ دلآزار باتوں اور فساد اور خونریزی کے احتمالات پیدا کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ مجلس احرار اپنے ایک شعبے کو اس کام پر معین کر سکتی تھی۔ کہ نزول مسیح موعود، آمد مہدی، وفات مسیح، ختم نبوت، تصانیف مرزا اور اسی قسم کے موضوعات پر سادہ سلیس عالمانہ رسالے متین و سنجیدہ انداز میں لکھ کر شائع کرے اور مسلمانوں میں مفت تقسیم کرنے کا انتظام کرے۔ اس انداز نشر و تبلیغ سے بے انتہا فائدہ پہنچتا لیکن ظاہر ہے کہ یہ کام ہنگامہ خیزی سے خالی تھا۔ اور بزرگان احرار ہنگامہ خیزی کے سوا کوئی کام نہیں کر سکتے۔ انتخابات کی تیاری کے لئے بھی ہنگامہ نہایت ضروری تھا۔ چنانچہ احمدیت کے خلاف تعمیری کام تو کچھ بھی نہ ہوا۔ اور ہنگامہ ہر جگہ ہو گیا۔

لیکن اس تمام ہنگامہ پروری کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو وہی ہے۔ جس کا ذکر ہم نے گذشتہ اشاعت میں کیا تھا۔ بعض مسلمان احرار کے کہنے پر اپنے جلسوں میں یہ مطالبہ کر رہے ہیں۔ کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس مطالبہ کے لئے کونسی قومی، ملی اور دینی مصلحت محرک ہوئی ہے

ہم ان تمام حضرات سے جو اس علیحدگی کے خواہاں ہیں یہ سوال کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض حکومت اس مطالبہ کو تسلیم کر لے۔ تو نقصان کس کا ہوگا؟ مسلمانوں کا یا غیر مسلموں کا؟ طاقت کس کی گھٹ جائیگی یا بٹ جائے گی۔ مسلمانوں کی یا غیر مسلموں کی؟ اگر احمدی ۵۶ چھپن ہزار ہیں۔ تو ان کے لئے ایک آدھ نشست کہاں سے لے کر علیحدہ کی جائے گی؟ مسلمانوں میں سے یا غیر مسلموں میں سے؟ اور کل کونسل یا ملازمتوں کے اندر وہ کس کے لئے فائدہ کا سامان بنیں گے؟ مسلمانوں کے لئے یا غیر مسلموں کے لئے؟

کہا جاتا ہے۔ کہ احمدی بہت تھوڑے ہیں انہیں ایک نشست کا بھی حق حاصل نہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس بات میں آخری فیصلہ مجلس احرار کے ہاتھ میں نہیں۔ بلکہ حکومت کے قبضے میں ہے اگر آج حکومت کے تعلقات احمدیوں سے کشیدہ ہیں۔ تو کل خوشگوار ہو جائیں گے۔ کیونکہ ایک انتہائی وفادار اور جان نثار جماعت سے حکومت کب تک روٹھی رہے گی۔ اگر احمدی حکومت سے یہ کہیں کہ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سب کے سب ہمارے جانی دشمن ہیں۔ اس لئے ہمیں خاص تحفظات چاہئیں۔ تو جو مسلمان یو۔پی میں چودہ فی صدی ہو کر تیس فی صدی حاصل کر چکے ہیں۔ اور مرکز میں تیئس فی صدی ہو کر تینتیس ۳۳ فی صدی طلب کر رہے ہیں۔ وہ احمدیوں کے ساتھ رعایتی سلوک کی کس بناء پر مخالفت کریں گے؟ اور اگر کریں گے۔ تو حکومت کے ساتھ احمدیوں کے اچھے تعلقات کی بناء پر اور عام سرکاری مصالح کی بناء پر جو فیصلہ ہوگا وہ لازماً مسلمانوں کے خلاف اور احمدیوں کے حق میں ہوگا۔

پھر اگر احمدی صرف چھپن ہزار ہیں۔ تو پنجاب کے ڈیڑھ کروڑ مسلمانوں کو ان سے اس قدر خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے ووٹروں کو منظم کریں۔ اور اگر احمدی اتنے ہی خطرناک ہیں۔ تو مسلمان سیاسی میدان میں ان کا مقابلہ کریں۔ علیحدگی پر زور دینے کا کیا مطلب ہے؟ سنا ہے۔ کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے بھی کوئی ایسا اعلان کیا ہے۔ حالانکہ ان کو مسلمانوں نے صرف مسجد شہید گنج کے معاملہ میں "امیر ملت" تسلیم کیا ہے سیاسیات کے مسائل میں ان کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔

ہم نے نہرو رپورٹ کے زمانہ سے لے کر آج تک مسلمانوں کو ان کی سیاسیات کے متعلق جس قدر مشورے دیئے ہیں۔ وہ ان کے حق میں بے انتہا مفید ثابت ہو چکے ہیں۔ اور آج مخالفین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ اگر "انقلاب" کی آواز نہ ہوتی۔ تو مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا مسئلہ بطریق احسن حل نہ ہوتا۔ اور کانگرسی خیال کے لوگ ہر جگہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا دیتے۔ آج ہم پھر نہایت مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ اپنی سیاسی طاقت کو اپنے ہاتھوں گھٹانے کی حماقت نہ کرو۔ جو فرقے تمہارے ووٹنگ رجسٹر میں درج ہیں۔ ان کی علیحدگی کا مطالبہ کر کے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی نہ چلاؤ۔ ورنہ تمہیں اس قدر نقصان پہنچے گا۔ کہ عمر بھر رویا کرو گے۔ اور اس نقصان کی تلافی نہ ہو سکے گی۔

اشاعت آئندہ میں ہم بتائیں گے کہ یہ علیحدگی کا فتنہ کہاں تک بڑھ سکتا ہے۔ اور مسلمانوں کے کون کون سے فرقے اس کی زد میں آ کر پنجاب کے اندر مسلمانوں کی طاقت کو کم کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔

احمدیوں کو علیحدہ کرنے کا مطالبہ ایک وبا ہے جو آہستہ آہستہ جسم اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیگی

مولانا غلام رسول مہر ایڈیٹر انقلاب کا ایک اور مقالہ

احرار اور بعض دوسرے بزرگوں کے نزدیک احمدی کافر اور خارج از ملت اسلام ہی سہی۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ وہ کلمہ گو ہیں۔ ان کے نام مسلمانوں کے سے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ تمام غیر مسلم بھی ان کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اور حکومت کے سیاسی ریکارڈ میں بھی وہ مسلمانوں ہی کی فہرست میں درج ہیں۔ اس لئے دینی اعتبار سے نہیں۔ تو سیاسی لحاظ سے انہیں لازماً مسلمان ہی سمجھنا پڑے گا۔ پھر اسلام میں ایک فرقہ نہیں۔ بے شمار فرقے ہیں۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ اور ان کے ہم عقیدہ بزرگ وہابیوں اور دیوبندیوں کے متعلق جو رائے رکھتے ہیں۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ شیعہ عام مسلمانوں کے متعلق جن خیالات کے پابند ہیں۔ انہیں بیان کرنے کی حاجت نہیں بریلویوں اور بدایونیوں کے متعلق حضرات اہل حدیث کا جو کچھ عقیدہ ہے۔ اس سے ہر شخص آگاہ ہے۔ مختصر یہ کہ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے علماء کے نزدیک کافر ہے۔ اور ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت وہ بیشمار فتوے ہیں جو مسلمان علماء نے ایک دوسرے کی تکفیر کیلئے شائع کئے۔ اور وہ امرتسر۔ قادیان۔ بریلی۔ بدایوں۔ دیوبند۔ لکھنؤ کے بازاروں میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اگر ایک دفعہ سیاسی حقوق کو فرقوں میں منقسم کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تو پھر اسے کون روکے گا؟ کس بناء پر روکے گا؟ کیا یہ معلوم نہیں کہ یو۔پی کے شیعہ مدت مدید سے علیحدگی کے آرزو مند چلے آ رہے ہیں؟ کیا یہ معلوم نہیں کہ بنارس کے وہابیوں نے بھی علیحدگی کا مطالبہ کیا تھا؟ یعنی ان دونوں فرقوں نے قوم کی عام رائے سے اختلاف کیا تھا؟ کہ وہ احناف کی طرف سے مایوس ہیں لہٰذا اس امر پر مجبور ہیں کہ ہندوؤں کے ووٹوں سے کونسلوں میں جائیں۔ اور ہندوؤں کے ووٹ مخلوط انتخاب کے بغیر نہیں مل سکتے۔ آخر یہ سب علیحدگی کے اسباب

نہیں گو کیا ہیں؟ فرض کرو۔ کہ کل شیعہ اور وہابی علیحدگی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ انہیں کون روکے گا۔ کون روک سکے گا احرار سنبھر اور چیخیں چلائیں۔ "امیر الاحرار" اور "امیر الشریعت" اپنی تقریروں کا جادو استعمال کریں۔ فیصلہ کرنے والے انگریز ہونگے یا ہندو۔ وہ جس طرح چاہیں گے کریں گے اور ظاہر ہے کہ ان کا "چاہنا" ہر حالت میں مسلمانوں کے فوائد کے منافی ہوگا۔

یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے۔ ہم جداگانہ انتخاب کے حامی ہیں کیونکہ غیر مسلم قوموں کے مقابلہ میں ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ ہماری سیاست علیحدہ رہے۔ مسلمانوں کی ہستی ان کا اتحاد اور ان کی تنظیم صرف اسی طریق سے قائم رہ سکتی ہے مگر اندرون ملت کے مسائل میں ہم مخلوط انتخاب کے اصول پر چل رہے ہیں۔ اسی میں ہمارا فائدہ ہے۔ بلکہ اسی پر ہندوستان میں ہماری زندگی کا انحصار ہے۔

اگر ایک دفعہ علیحدگی کی وبا شروع ہو گئی۔ تو جسم اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا ہر ٹکڑہ علیحدہ علیحدہ سمجھے گا کہ میں پہلے سے بہتر طور پر زندہ ہوں لیکن حقیقی زندگی جو سارے جسم کی زندگی ہے وہ مفقود ہو جائے گی۔ اور ایک تندرست جسم کی بجائے ہر طرف تڑپتے ہوئے اعضاء نظر آئیں گے۔

اگر ایک دفعہ احمدی الگ کر دیئے گئے۔ اور انہیں علیحدگی کی حالت میں پنجاب سے کسی قدر زیادہ حصہ مل گیا جو لازمی ہے کیونکہ اس قدر بے حقیقت اقلیت کو "ویٹیج" قرار دیا جائے گا۔ تو ضروری بات ہے کہ یو۔پی کے شیعوں اور بہار کے مومنوں کے منہ میں پانی بھر آئے۔ اور وہ بھی علیحدگی کا مطالبہ شروع کر دیں۔ آج یہ کہہ دینا بہت آسان ہے۔ کہ کوئی مسلمان فرقہ اتحاد مسلمین سے الگ نہ ہو سکے گا۔ لیکن یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ سیاسیات میں دور اندیشی اور عاقبت نہایت ضروری ہے۔

سیاسی جماعتوں کا فرض ہے کہ اگر کسی فرقے کی طرف سے مسلمانوں کے عام ووٹنگ رجسٹر سے علیحدگی کا شائبہ بھی ظاہر ہو۔ تو نہایت سختی سے اس کو دبا دیں اور ایسے مضر جراثیم کو ملت میں ہرگز نہ پھیلنے دیں۔ لیکن یہاں الٹا حساب ہے۔ جو سیاسی جماعتیں مسلمانوں کے سیاسی اتحاد کو محفوظ رکھنے کے لئے کھڑی ہوئی تھیں وہ خود کہہ رہی ہیں کہ فلاں فرقے کو مسلمانوں سے علیحدہ کر دیا جائے۔ یہ اچھی خدمت اسلام ہے۔

یہ اتنی کھلی ہوئی باتیں ہیں۔ کہ کوئی فہیم و زیرک مسلمان ان سے غافل نہیں ہو سکتا۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ چوہدری افضل حق صاحب اور مولوی مظہر علی صاحب جیسے ہوشمند اور فہیم ارباب فکر نے مسئلہ کے اس پہلو پر اب تک کیوں غور نہیں کیا۔ ممکن ہے۔ کہ وہ بعد میں فرما دیں۔ کہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد۔ ہم اپنے ساتھیوں کی وجہ سے مجبور ہو گئے تھے۔ کہ اس مطالبہ کی حمایت کریں۔ اضطرار کی حالت میں اپنا تحفظ سچا اور درست ہے۔ اور از روئے شرع اس کے لئے رخصت موجود ہے۔ لیکن قومی مصالح کا استیصال اضطرار کی حالت میں بھی کفر ہے ایک پلودار کا مر جانا اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ وہ ایک پوری امت کی بربادی اور تخریب کا سامان بن جائیں۔ ایک پتھر کا پارہ پارہ ہو جانا اس سے ہزار درجہ اچھا ہے۔ کہ پوری عمارت کی بنیادیں اور اس کے ستون نذر انہدام ہو جائیں۔ ہم بزرگان احرار کی خدمت میں عاجزانہ و مخلصانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ احمدیوں کے خلاف شوق سے جو چاہیں کہیں اور کریں۔ لیکن ان کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ فی الفور ترک کر دیں۔ کیونکہ اس کے نتائج مسلمانوں کے لئے نہایت دردناک ہوں گے۔

الفضل کا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

ہر محب وطن پاکستانی موجودہ احراری ایجی ٹیشن کے اسباب جاننے کے لئے روز نامہ الفضل لاہور کے مطالعہ کا اشتیاق رکھتا ہے اور الفضل کی خریداری میں ہر روز اضافہ ہو رہا ہے

ہم نے احباب کی خواہش کی تکمیل کے لئے فیصلہ کیا ہے کہ اس سلسلہ میں ضروری مضامین یکجائی طور پر خاتم النبیین نمبر کی صورت میں شائع کئے جا دیں۔ تاکہ وقت کی اہم ضرورت پوری ہو سکے۔ آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ اس قسم کے خاص نمبر میں آپ کا اشتہار کسقدر مفید نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ عام اشاعت کے علاوہ یہ خاص نمبر ہزاروں کی تعداد میں ملک کے طول و عرض میں اشاعت پذیر ہوگا۔ اس لئے آپ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور بواپسی اپنے اشتہار کا مسودہ اور اجرت اشتہار ارسال فرما کر اس نمبر میں جگہ ریزرو کروا لیں۔ وقت بہت کم ہے اور یہ پرچہ ۲۱ جولائی ۱۹۵۲ء کو تیار ہو کر پریس میں چلا جائے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) اسلئے مسودہ یا چربہ اشتہار اور اجرت اشتہار بھجوانے میں فوری اقدام کر کے اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے خاص موقعہ سے فائدہ اٹھائیں

(مینجر اشتہارات الفضل لاہور)

الفضل کا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

احرار کے پھیلائے ہوئے فتنہ انگیز مغالطوں کے جواب میں

—— ۲۵ جولائی ۵۲ء تک شائع ہوگا ——

— جسمیں —

۱- بزرگان و ائمہ سلف کے بیان کردہ خاتم النبیین کے معانی اور عقائد (۲) جماعت احمدیہ کا عقیدہ کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں" (۳) احرار کے سیاسی اعتراضات کا جواب (۴) احرار کی فتنہ انگیزیوں کے تار ہلانے والا کون ہے؟ (۵) احرار کی سیاسی شور و شر کی غرض و غایت —— بے نقاب کر کے پاکستان کے بہی خواہان کو حقیقت سے آگاہ کیا جائے گا۔ ۴۲ صفحات ہوں گے —— اہل قلم اصحاب ان میں سے کسی موضوع پر جو مضمون لکھیں اس اعلان کے تین دن بعد تک ارسال کر دیں۔ وقت بہت تھوڑا ہے۔

پرچہ کی اشاعت زیادہ کرنے کے لئے قیمت ۲ر برائے نام رکھی گئی ہے۔ جو دوست اشاعت کے لئے پرچہ لیں انہیں ۲ر میں پرچہ دیا جائے گا۔

جماعت کے عہدیداران وقت کی اہمیت کے پیش نظر ابھی سے حلقہ اشاعت وسیع کرنے کی سکیم بنا لیں اور مطلوبہ تعداد سے دفتر ہذا کو جلد اطلاع دیں۔

ایسے اصحاب جو خود پرچہ تقسیم نہ کر سکتے ہوں وہ اپنی طرف سے اعانت کی رقم دفتر ہذا میں بھجوا دیں اور ان شرفاء کے اسماء سے بھی مطلع فرمائیں۔ جنکو وہ پرچہ بھیجنا چاہتے ہوں دفتر ہذا بذریعہ ڈاک رعایتی شرح (۔ر فی پرچہ) میں پرچہ بھجوا سکتا ہے۔ جبکہ عام شرح سے ار خرچ ڈاک ہوگا۔ اس خرچ کی بچت احباب کو ہو سکتی ہے احباب کرام کو اسکی اشاعت میں عملی طور پر اور قوم اعانت بھیجکر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔ اس موقع پر کہ طبائع میں تلاش حق کا جذبہ موجزن ہے۔ پرچہ کی اشاعت بے حد مفید اور احباب کرام

حکومت انسدادی تدابیر اختیار کرے ورنہ تعصب کی موجودہ آگ پورے ملک کو جلا ڈالے گی

پاکستان کی خارجہ حکمت عملی کی ذمہ داری پوری کابینہ پر ہے ـــ ہفت وار پیام مشرق کراچی کا اداریہ

پاکستان کا باشعور طبقہ بہت عرصہ سے یہ سوچ رہا ہے۔ کہ مملکت اسلامیہ دولت خداداد پاکستان کا کیا مفہوم ہے۔ اور اسلامی حکومت کا نعرہ کمزور حکومت کے ایوانوں میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ کیا اسلامی حکومت سے مراد ایک ایسا نظام ہے۔ جہاں صرف مولانا بدایونی ہی شہریت کے پورے حقوق کے ساتھ زندہ رہ سکتے ہیں یا قرارداد مقاصد کی چھاؤں میں سوامی کلچگانند بھی پاکستان کے شہری ہونے کا دعوٰے کرسکتے ہیں۔

آج ۵ سال کے بعد یہ سوال اس وجہ سے اور زیادہ اہمیت اختیار کرگیا ہے۔ کہ شہرت و اقتدار کے بھوکے پاکستان کے نام نہاد علماء اور لیڈر پاکستان کی سالمیت کے لئے ایک مستقل خطرہ بن کر اس کے سامنے آگئے ہیں۔ اور آج ہی ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے۔ کہ اس اجتماعی قومیت کو باقی رکھنے کے لئے ہمارا آئندہ قدم کیا ہونا چاہیئے۔

احمدیہ عقائد سے ہمیں شدید اختلاف ہے اور ہم کبھی بھی ان کے ہمنوا نہیں ہوسکتے۔ لیکن پچھلے دنوں جہانگیر پارک کراچی میں سالانہ کانفرنس میں شرپسند عناصر نے اسلامی حکومت کا نام لے کر جس طرح قرارداد مقاصد کو ننگا کیا ہے۔ ساری دنیا کے جمہوریت پسند انسانوں کی نگاہ میں اسلام ایک متعصب ملا کا ایک پُر فریب سیاسی عقیدہ بن کر رہ گیا ہے

اسلام دنیا کے ہر انسان کے لئے امن اور خوشحالی کا پیغام لے کر آیا تھا۔ پاکستان کے ان تنگ نظر اور مفاد پرست ملاؤں نے اس مقدس تعلیم کو محض کارخانوں اور وزارتوں کی ہوس میں بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا ہے۔ ۲۰ جون ۱۹۵۲ء کو آل مسلم پارٹیز کنونشن کے نام سے تھیاسوفیکل ہال کراچی میں علماکرام کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ کارکنان جلسہ میں بہت سے ایسے علما کے نام بھی درج ہیں جن کی مذہبی خدمات آج کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ اور برصغیر پاک وہند کا ہر مسلمان ان کا ذکر آنے پر عقیدت سے سر جھکا دیتا ہے۔ ہم ان کے تقدس اور علمیت کا پورا احترام کرتے ہوئے ان سے یہ دریافت کرنے کی جرأت ضرور کریں گے۔ کہ احمدیوں کے مذہبی عقائد کچھ بھی ہوں۔ لیکن وہ پاکستان کے آزاد شہری ہیں یا نہیں۔

اگر اسلامی جمہوریت کے اصولوں کے تحت ابوسفیان اور اسکے ساتھیوں کو فتح مکہ کے بعد مکہ کی آزاد شہریت فراخ دلی سے بخشی جاسکتی ہے۔ تو احمدیہ عقائد کے پیرو تو پھر بھی خدائے واحد کی پرستش کرتے ہیں۔ ویسے وہ اگر سر ظفر اللہ کی سرخ ٹوپی کو بھی نعوذ باللہ خدا مان لیں . . . . تو بھی پاکستان دنیا کے نقشہ پر کعبہ بن کر نہیں ایک آزاد جمہوریت بن کر ابھرا ہے۔

کسی پاکستان کے ٹھیکیدار یا مذہب کے کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کہ ان کو محض احمدی ہونے کی بناء پر پاکستان کا غدار قرار دے دے۔ پاکستان کے اصل غدار لمبی عبائیں اور قیمتی قبائیں پہنے ہوئے وہ دشمن اسلام افراد ہیں جو لاکھوں پاکستانی شہریوں میں پاکستان کے خلاف نفرت پیدا کرکے انہیں پانچویں کالم والوں کی ایک بڑی فوج بنا دینا چاہتے ہیں۔

آل مسلم پارٹیز کنونشن نے ایک قرارداد کے ذریعہ مطالبہ کیا ہے۔ کہ پاکستان ممالک اسلامیہ اور کشمیر کے مفادات کے پیش نظر وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو کابینہ سے فوری علیحدہ کردیا جائے۔ کیونکہ وہ پاکستان اور ہندوستان کو دوبارہ اکھنڈ بنانے کے عقیدہ کو روشنی میں کیوں لایا جارہا ہے (نقل مطابق اصل) کیوں نہیں قائد اعظم یا قائد ملت کی زندگی میں یہ سوال اٹھایا گیا۔ کہ تمہارا انتخاب غلط ہے۔ اور وزیر خارجہ کی وفاداری مشکوک ہے۔ شاید یہ وجہ ہو کہ ان قائدین کے آہنی ہاتھوں کا شکنجہ مضبوط تھا۔ اور ایک مولانا چند ماہ جیل میں رہ کر اور انتہائی گریہ وزاری کے بعد معافی مانگ کر یہ سمجھ چکے تھے کہ بین الاقوامی سیاست اور ملائی ذہنیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن آنریبل خواجہ ناظم الدین کی اس وزارت میں جہاں عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے انہیں بدامنی کی تلقین کرنے اور امن کی بحالی پر پولیس سے سوء پر قرارداد مذمت منظور کرنے والے شرپسندوں کو پاکستان دشمنی کے الزام میں گرفتار نہیں کیا جاتا۔ وہاں قائد اعظم کے زمانہ کا زمین و آسمان والا فرق خود بخود ایک سراب میں تبدیل ہو جانا چاہیئے تھا۔ اور چنانچہ آل مسلم پارٹیز کنونشن کی ساری قراردادیں اس سراب کے پس منظر ہی پر پیش کی گئیں اور اگر حکومت کو اب بھی ہوش نہ آیا۔ تو ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے اور خود مستفید ہونے کے لئے یہ نام نہاد علما ایک اتنا بڑا ہنگامہ شروع کرادینگے کہ پولیس کے اشک آور گیس کے گولے بھی کوئی مدد نہ کریں گے۔

پاکستان دشمن ملاؤں کی نظر میں سر محمد ظفر اللہ خان اور احمدیہ فرقہ کے لاتعداد پیرو محض اس وجہ سے پاکستان کے غدار قرار دیئے گئے ہیں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتے۔

احمدیہ فرقہ کے مذہبی عقائد سے پاکستان کی ایک بڑی اکثریت کو اختلاف ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا۔ کہ ہم اعلان کردیں کہ وہ تمام فرقے جو ہمارے مذہبی عقائد کو تسلیم نہیں کرتے قابل گردن زدنی ہیں۔ اور ان پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

کل یہ اعتراض بھی ہوسکتا ہے کہ شیعہ فرقہ کے مذہبی عقائد سے پاکستان ایک بڑی اکثریت کو اختلاف لہٰذا ان کے کسی آدمی کو پاکستان کا کوئی اہم عہدہ نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح آغا خانی مہدوی۔ ذکری ہندو۔ عیسائی۔ پارسی اور وہ تمام لوگ جو اپنی اجتماعی جدوجہد اور پوری توانائیوں سے پاکستانی قومیت کی تخلیق کر رہے ہیں پاکستان کے غدار قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ ہم حکومت سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ قبل اس کے کہ تعصب کی یہ آگ بھڑک کے اپنے ہی گھر کو جلا ڈالے۔ اس کے خلاف سخت انسدادی تدابیر اختیار کی جائیں۔

سر چوہدری محمد ظفر اللہ وزیر خارجہ پاکستان کیخلاف عام طور پر انگریز نوازی کا الزام بھی عائد کیا جاتا ہے۔ ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ ہمارا لکھا پڑھا نوجوان طبقہ کابینہ سے چوہدری ظفر اللہ خان کی علیحدگی کا پُر زور مطالبہ کرکے یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ سر ظفر اللہ کی علیحدگی سے انگریز نوازی ختم ہو جائے گی۔

سر ظفر اللہ کی خارجہ پالیسی خواجہ ناظم الدین اور ان کی کابینہ کی خارجہ پالیسی ہے۔ مرکزی حکومت جس حکمت عملی کا یقین کرتی ہے۔ وزیر خارجہ ان بنیادوں پر اپنی تقاریر کا خاکہ تیار کرتے ہیں

یہ تو انتہائی بچپن ہوگا کہ ہم سامنے کی چند لہروں کو دیکھ کر بھڑک اٹھیں۔ اور ان اندرونی دھاروں سے چشم پوشی اختیار کرلیں۔ جو ان حالات کی اصل ذمہ دار ہیں۔ پاکستان اپنے قیام کے پہلے دن سے مسلم لیگ کی ناکام خارجہ حکمت عملی کی بدولت اینگلو امریکی بلاک کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے۔ اس اندھیرے سے اگر پاکستان کو نکالنا ہے تو خواجہ ناظم الدین کی پوری کابینہ کو استعفے دینے پر مجبور کردینا چاہیئے صرف سر ظفر اللہ کی کابینہ سے علیحدگی مرض کا تسلی بخش علاج نہیں ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان کی پانچ سالہ آزادی کی مختصر تاریخ ان سیاسی بنجاروں کی رہگذر بنی رہی ہے۔ جو اپنے بازار کا بھاؤ بڑھانے کے لئے ایک دوسرے کے مال کو برا بتلاتے رہے ہیں۔ حالانکہ سچا مال کسی کے پاس بھی نہ تھا۔

دنیا کے کسی ملک کے عوام فٹ پاتھوں اور گندے نالوں پر پڑے ہوئے ٹاٹ کے جھونپڑوں میں کھانستے اور کراہتے ہوئے زندہ رہنے سے یقیناً موت کو ترجیح دیتے۔ آج پاکستان کے غریب مہاجر جس بے کسی اور مجبوری کی حالت میں دیہاتوں قصبوں اور شہروں میں انسانیت کی لاش کو کاندھے پر رکھے بے خانماں رہے ہیں۔ اس کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ مسلم لیگ کی موجودہ کابینہ کے علاوہ، کوئی طاقتور سے طاقتور حکومت بھی ہوتی اس انتقام سے کانپ اٹھتی۔ جو لنظاہر ان بیمار جسموں کے اندر پکے ہوئے پھوڑے کی طرح پک رہا ہے۔

لیکن خوش قسمتی سے مسلم لیگ اور اسلام کے نام نہاد علما اس بدقسمت قوم کی ذہنیت سے پوری طرح واقف ہیں۔ جس قوم کا پورا نظریۂ حیات صرف چند ہنگاموں پر موقوف ہو۔ وہاں بھی اچھا مقرر گورنر جنرل بھی بن سکتا ہے۔ اور کسی بھی لمحہ غدار بھی کہلایا جاسکتا ہے۔ مسلم لیگ کی خوش قسمتی یہ ہے۔ کہ ان تمام ہنگاموں میں سیاست کی بساط فٹ پاتھ سے نیچے نہیں گرتی۔ اور برسراقتدار مولویوں اور قائدین کے محلات حسب دستور رفعت افلاک بنے رہتے ہیں

اخبار پیام مشرق ۱۸ جون ۱۹۵۲ء